اُصول تفسیر کا تاریخی و تجزیاتی مطالعہ

ڈاکٹر فرحت نسیم علوی، اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ علوم اسلامیہ، یونیورسٹی آف سرگودھا
عبد الصمد، پی ایچ ڈی سکالر شعبہ علوم اسلامیہ، یونیورسٹی آف سرگودھا

Abstract

The word "Usool" means the base or root of something. Every area of study or knowledge has some basic maxims which help to explore and understand that area of study, whereas the literal meaning of the word Tafseer is to describe and explain things clearly. In terms of connotative meaning, Tafseer is that are of study which describes the meanings of Quranic terms, its implications and the logics behind particular rules of Quran. Shaikhul Islam Imam Ibn-e-Taimia says, "Usool are the collection of those rules which must be considered by Mufassreen to interpret the words of Quran and to derive logics and wisdom from the verses of Quran-"
The objectives of the Ilm-e-Tafseer is to describe the meanings of the words of Quran , explanations of the verses of Quran and the Tafseer of the meanings of the Quranic verses so that to get benefits from Quran in this world and world hereafter. In the era of prophet Mohammad (SAW), his companions used to understand the meanings of Quran directly by prophet Mohammad (SAW), so there were 10 famous Mufassreen in the age of prophet Mohammad (SAW) excluding four caliphs. They are the following:
Hazrat Abdullah Bin Masood , Hazrat Abdullah Bin Abbas, Hazrat Obee Bin Kaab, Hazrat Zaid Bin Sabit, Hazrat Abo Mousa Asharee and Hazrat Abdullah Bin Zuabir .
In the age of prophet Mohammad (SAW) there were four derivatives of Tafseer-e-Quran: Quran Hakeem, RasoolUllah (Ahaadith -e- Mubarika), Ijtehad and Aqwaale Shahba and Aehle-Kitab.
In this topic Usool-e-Tafseer, its history and its evolution will be discussed.

Keyword: *Usool Tafseer, basic maxims, Qur'anic interpretation*

اصول کا لُغوی و اصطلاحی معنی:

اصول کی تعریف میں ابن منظور افریقی مصری لکھتے ہیں:

الاصل: اسفل کل شیٔ وجمعہ اصول لا یُکسر علی غیر ذالک۔[1]

محمد بن ابی بکر بن عبد القادر الرازی لکھتے ہیں:

---

[1] ابن منظور افریقی مصری، ابو الفضل جمال الدین محمد بن مکرم، لسان العرب، 'مادہ" اصل" دارِ صادر بیروت، ١١/٨٧۔

الاصلُ واحد الاصول يُقال اهل مُؤصل وَ (استأصلَه') قلعه من اصله وقولُهم لا اصل له ولا فضل۔

مزید لکھتے ہیں :

الاصلُ الحَسَبُ والفصل اللسانُ۔[2]

الدکتور محمد التونجی لکھتے ہیں:

آصال:(الغدو والاصال)(الاعراف:35) الآصال جمع اصيل، والاَصِلُ: الوقت بين العصر۔ الیٰ المغرب او الی ا لعشی ويجمع كذٰلك۔ على أُصُل واصائل واصلان، اى فى اوائل النهارو واواخره اى فى كل وقت۔[3]

خلاصہ بحث یہ کہ " اصل " کا معنیٰ بنیاد اور جڑ کے ہیں۔ چنانچہ کسی بھی فن یا علم کی بنیاد وہ " اصل " ہوا کرتے ہیں جن کی بنیاد پر اس فن یا علم کو سمجھا جاتا ہے۔

تفسیر کی لغوی و اصطلاحی تعریف:

تفسیر کا معنیٰ کسی چیز کی وضاحت کرنا ہے۔ ابن منظور افریقی لکھتے ہیں:

يَفسُره' بالضم فسرًا وفسرهُ: ابانه' والتفسيرُ۔ مثله۔ وَالْفَسْرو نظر الطبيبُ الى الماء وكذٰلك التفسيرة۔[4]

المعجم والوسیط میں ہے:

(فسر) الشئَ۔ فسرًا: وضحه الطبيبُ نظر الیٰ بول المريض يستدل به علٰی مرضه(التفسيرُ) الشرحُ والبيان وتفسير القرآن الكريم من العلوم الاسلامية يقصُدُ منه توضيح معانى القرآن الكريم۔[5]

محمد بن ابی بکر بن عبد القادر الرازی لکھتے ہیں:

اَلْفَسرُ البيانُ و بَابُه' ضَرَبَ و(التفسيرُ)مثلُه'[6]

اسماعیل بن حماد الجوھری لکھتے ہیں:

---

2 محمد بن ابی بکر بن عبد القادر الرازی، مختار الصحاح، مادہ " اصل " دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان 1994ء

3 محمد التونجی، دکتور، المعجم المفصل فی تفسیر غرائب القرآن الکریم، مادہ "اصل" دار الکتب العلمیہ بیروت، لبنان۔ 2003

4 لسان العرب۔ مادہ فسر

5 الدکتور ابراہیم نفیس ولرفقائہ، المعجم الوسیط، ادہ فسر، انتشارات، ۲/۴۵۔

6 مختار الصحاح۔ مادہ فسر

اَلْفَسرُ : البیانُ۔ وقد فسر تُ الشیء افسرہُ بالکسر فسرًا والتفسیرُ مثله[7]

علامہ جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں:

التفسیر "تفعیل" مَن الفسر، وہو البیان والکشف ویقالُ ہو مقلوب السفر، تقولُ: اسفر الصبح اواضاء وقیل ماخوذ من التفسر ۃ وہی اسم لما یعرف به الطبیب المرض[8]

محمد عبد العظیم الزرقانی المتوفی1367ھ تفسیر کی تعریف میں لکھتے ہیں:

التفسیر فی اللغة : الایضاحُ والتبیین ومنه قوله تعالیٰ فی سورۃ الفرقان: وَلَایَاْ تُونَکَ بِمَثَلٍ اِلَّاجِئْنَا کَ بِالْحَقِّ وَاَحْسَنَ تَفْسِیْرًا[9]

والتفسیر فی الاصطلاح: علم یبحث فیه عن القرآن الکریم من حیث دلا لته علی مراداللّٰه تعالیٰ بقدر الطاقة البشریة[10]

علامہ زرقانی نے مذکورہ بالا ایک جامع تعریف کی ہے جس کی وضاحت درج ذیل ہے۔

علم یبحث فیه عن القرآن : وہ علوم جو قرآن کے متعلق نہیں ہیں وہ خارج ہو گئے۔

من حیث دلالته علیٰ مراداللہ: تفسیر وہ علم ہے جس میں اللہ تعالیٰ کے کلام کا مفہوم اور معانی کو سمجھا جاتا ہے۔ وہ علوم قرآن سے خارج ہو گئے جو فقہ سے تعلق رکھتے ہیں کیونکہ فقہ کے احکام مستنبط کیے جاتے ہیں۔ اسی طرح علم الکلام بھی اس سے خارج ہو گیا۔ بقدر الطاقۃ البشریۃ: وہ علوم جو انسانی طاقت سے باہر ہیں وہ خارج ہو گئے جیسے مشابہات کا علم۔

محمد علی الصابونی تفسیر کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

التفسیر فی اللغة ہو الایضاح والتبیین فقولنا فسر: بمعنی : بیَّن ووضح، کلام مفسرٌ: ای واضح ظاہرٌ۔ واما التفسیر فی الاصطلاح، فہو: علم یعرف به فہم کتاب اللّٰه المنزل علی نبیه محمدﷺ وبیان معانیه وا ستخراج

---

7 الجوہری، اسماعیل بن حماد، الصحاح تاج اللغۃ وصحاح العربیہ، مادہ فَسَرَ دار العلوم للملایین بیروت، لبنان، ۲/ ۳۱۔

8 السیوطی، عبد الرحمن بن ابی بکر جلال الدین، الاتقان فی علوم القرآن، الشھیۃ العاصہ لکتاب، طبع ۱۳۹۴ھ/ ۱۹۷۴م، ۴/ ۱۹۲۔

9 الفرقان ۳۳

10 الزرقانی، محمد عبد العظیم،، مناہل العرفان فی علوم القرآن، مطبعہ عیسیٰ العابی الحلبی وشرکاہ، الطبقہ الثالثہ، ۲/ ۳۔

احکامه وحکمه۔[11]

اصطلاح میں تفسیر وہ علم ہے جس کے ذریعہ سے کلام اللہ (قرآن حکیم) جو حضرت نبی پاک ﷺ پر نازل کیا گیا ہے اس کے معانی اور اس کے احکام اور اس کی حکمتوں کو سمجھا جاتا ہے۔

یہ اصول اور تفسیر دونوں کلمات کی الگ الگ تعریف ہے اگر ان کو ملایا جائے یہ (اصول تفسیر) مرکب اضافی ہے۔ جس کا معنیٰ ہے قرآن کریم کے علوم و معارف کے حصول کے بنیادی قوانین جن کے ذریعہ سے کتاب اللہ کو سمجھا اور سمجھایا جاتا ہے۔امام ابن تیمیہ فرماتے ہیں:

"مجموعة القواعد التی ینبغی ان یسیرعلیها المفسرون فی فهم المعانی القرآنیة وتعرف العبر والاحکام من الایات۔"[12]

اصول تفسیر ان قواعد کے مجموعے کا نام ہے جن کا لحاظ رکھنا مفسرین کے لیے معانی قرآن کے سمجھنے اور آیات سے مستنبط حکمتوں اور احکام کی پہچان کے لیے ضروری ہے۔ تفسیر اور اس کے اصول دونوں لازم وملزوم ہیں کیونکہ ہر مفسر کے لیے تفسیر قبل اس کے اصول وضوابط سے آگاہ ہونا ضروری ہے۔الشیخ خالد عبد الرحمن العک لکھتے ہیں:

وهکذا یتبین ان الفارق بین التفسیر و اصوله' هوأن الاصول هی المناهج۔ التی تحدو تبین الطریق الذی یلتزمه المفسر فی تفسیر الأیات الکریمة واماتفسیر فهو ایضاحها مع التقیید بهٰذه المناهج۔[13]

"اور ایسے ہی تفسیر اور اس کے اصولوں کے مابین فرق بیان کیا جاتا ہے وہ اصول دراصل وہ طرق ہیں جن کا التزام ہر مفسر کے لیے ضروری ہوتا ہے ان اصول وضوابط کی حدود میں رہتے ہوئے آیات مبارکہ کی تفسیر کی جاتی ہے۔ لہٰذا تفسیر ان حدود و قیود میں رہتے ہوئے قرآن کی وضاحت کا نام ہے۔"

مزید لکھتے ہیں:

وإنَّ مثل علم اصول التفسیر بالبینة للتفسیر کمثل علم النحوبالنسبةللنطق العربی والکتابة العربیه فهو میزان یضبط القلم واللسان و یمنعها من الخطاء فی آخر الکلم فکذلک علم اصول التفسیر هو میزان

---

11 الصابونی، محمد علی، التبیان فی علوم القرآن، ناشر المیزان الکریم مارکیٹ اردو بازار لاہور ۲۰۰۴ء، ص:۱۰۲۔

12 مقدمہ فی اصول التفسیر ص: ۳۔

13 خالد عبد الرحمن العک، الشیخ، اصول التفسیر و قواعدہ، دار النفائس للطباعۃ والنشر والتواریخ، بیروت، لبنان ۱۹۹۴، ص:۳۰۔

للمفسریضبط یتبین به التفسیر الصحیح من التفسیرالفاسد کما یعرف بالنحو الکلام الصیح من غیر الصحیح وَھٰکذا۔[14]

"اور بے شک تفسیر کی نسبت اصول تفسیر کے ساتھ ایسی ہی ہے جیسا کہ علم النحو کی نسبت عربی تکلم اور کتابت کے ساتھ ہے۔ وہ ایسا میزان ہے جس میں قلم اور زبان کو تولا جاتا ہے اور کلمہ کے آخری حرف کے اعراب کی غلطی سے بچاتا ہے۔ ایسے ہی علم اصول التفسیر ایک میزان ہے جو مفسد کو دوران تفسیر غلطی سے محفوظ رکھتا ہے۔ تفسیر صحیح اور فاسد کے مابین امتیاز ہوتا ہے۔ جیسا کہ علم النحو کے ذریعہ کلام صحیح اور غیر صحیح کا اندازہ ہوتا ہے۔"

علم اُصول تفسیر کی غرض وغایت:

وغایة ھَذا العلم معرفة معانی النظم القرآنی الکریم و توضیح آیاتهٖ وکشفُ معانیها وتبین احکامها وحکمها للتوصل الٰی حقیقةکتاب الله العزیز لِیفاز به الٰی سعادتی الدنیا والاٰخرة۔[15]

اس علم کی غرض وغایت قرآن کریم کے معانی کی پہچان اور اس کی آیات کی وضاحت اور ان کے معانی کی تفسیر۔ کتاب اللہ کے احکام اور حکمتوں کی وضاحت۔ کتاب اللہ کی روشنی میں تاکہ دنیاو آخرت کی فلاح حاصل ہو سکے۔

تاریخ اصول تفسیر:

قرآن پاک کے نزول کا بنیادی مقصد اس کی آیات کی تلاوت اور احکام میں غور وفکر اور ان سے نصیحت حاصل کرنا تھا۔ شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ (متوفی 728) لکھتے ہیں:

" یجب ان یعلم اَنَّ النبی صلی الله علیه وسلم بین اصحابه معانی القرآن کما بین لهم الفاظه ۔"[16]

"بقوله تعالیٰ: لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْهِمْ" [17]

ضروری ہے کہ معلوم کریں کیا جیسا قرآن کے الفاظ کو ان کے سامنے بیان کیا۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہ رسول اللہ علیہم اجمعین قرآن کے الفاظ کے ساتھ ساتھ اس کے معانی کی تفہیم بھی براہ راست آنحضور ﷺ سے حاصل کرتے تھے۔ مزید لکھتے ہیں:

---

14 اصول التفسیر و قواعدہ ص ۳۰۔۳۱

15 اصوال التفسیر و قواعدہ ص ۳۱۔

16 ابن تیمیہ، تقی الدین، ابو العباس احمد بن عبد العلیم بن عبد السلام، مقدمہ فی اصول التفسیر، دار مکتبہ الحیاۃ، بیروت، لبنان ۱۹۸۰، ص:۹۔

17 النحل: ۴۴۔

"وقد قال ابو عبدالرحمن السلمی: حدثنا الذین کانوا یقرؤن القرآن کعثمان بن عفان و عبدالله بن مسعود وغیرهما انهم کانوا اذا تعلّموا من النبی صلی الله علیه وسلم عشر آیات لم یجاوزوها حتی یتعلموا ما فیها من العلم والعمل، قالوا فتعلمنا القرآن والعلم والعمل جمیعًا"۔[18]

اور ابو عبدالرحمن السلمی کہتے ہیں:

ہمیں بیان کیا وہ لوگ (جو حضور ﷺ سے قرآن پاک پڑھتے تھے) جیسا کہ حضرت عثمان بن عفان اور حضرت عبداللہ بن مسعود اور ان کے علاوہ جب وہ نبی پاکؐ سے قرآن حکیم کی دس آیات پڑھتے تھے اس وقت تک مزید نہیں پڑھتے تھے جب تک وہ اس کو اچھی طرح سمجھ لیتے تھے۔ جو کچھ بھی اس میں علم اور عمل کے حوالہ سے ہے۔

چنانچہ ایک سورۃ کو یاد کرنے میں کئی کئی سال لگ جاتے تھے۔ اسی لیے حضرت انسؓ فرماتے ہیں جب ایک آدمی سورۃ البقرہ اور آل عمران یاد کر لیتا وہ ہماری آنکھوں میں بڑا ہو جاتا تھا۔

"عبداللہ ابن عمرؓ نے سورۃ البقرہ کو یاد کرنے میں کئی سال لگا دیے بعض کہتے ہیں کہ آٹھ سال میں سورۃ البقرہ کو حفظ کیا"۔[19]

صحابہؓ کا حفظ کرنا دراصل اس کو سمجھ کر یاد کرنا ہوتا تھا۔ قرآن حکیم کی متعدد آیات غور و فکر کی دعوت دیتی ہیں۔ جیسے:

"کِتَابٌ اَنْزَلْنَاہ اِلَیْکَ مُبَارَکٌ لِیَدَّبَّرُوْا آیَاتِہٖ[20]

افَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْآنَ [21]

اَفَلَمْ یَدَّبَّرُوا الْقَوْلَ"[22]

کلام اللہ میں غور و فکر اس کے معانی کی تفہیم کے بغیر ناممکن ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّا اَنْزَلْنَاہُ قُرْءٰناً عَرَبِیًّا لَّعَلَّکُمْ تَعْقِلُوْنَ[23]۔

---

18 مقدمہ فی اصول التفسیر ص ۹۔

19 مقدمہ فی اصول التفسیر ص ۹۔

20 مقدمہ فی اصول التفسیر ص:۲۹

21 النسا۸۲:۴، محمد ۲۴:۴۷۔

22 المومنون ۲۳ :۶۸

23 توبہ ۲:۹

کلام کی عقل اس کے معانی کی تفہیم کے بغیر ناممکن ہے۔ ارشادربانی ہے:

وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُولٍ اِلاَّ بِلِسَانِ قَوْمِهٖ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ[24]۔

کہ ہم نے جو رسول بھی بھیجا، اس کی قوم کی زبان میں بھیجا تاکہ وہ ان کے لیے اچھی طرح ہر بات واضح کر دے۔

اہل عرب کو اپنی زبان پر بڑا فخر تھا وہ اپنے آپ کو فصیح و بلیغ تصور کرتے تھے یہی وجہ تھی کہ وہ دیگر اقوام کو عجمی کہتے تھے۔ عجمی کے معنی گونگا کے ہیں۔ بلاشبہ اہل عرب میں فصاحت و بلاغت موجود تھی۔ وہ لوگ شعر و شاعری تکلم اور ان میں ماہر تھے۔ اس کے علاوہ حافظہ بھی بلا کا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کو بھی کلام اللہ دے کر ان کی زبان میں بھیجا۔ قرآن حکیم کی فصاحت و بلاغت نے اہل عرب کو عاجز کر دیا تھا۔ قرآن پاک اپنی معجزانہ خصوصیات کی بنا پر دیگر تمام عربی کلاموں پر فائق ہے۔ نبی کریم ﷺ قرآن کریم کو اجمالاً و تفصیلاً سمجھتے تھے۔ نبی کریمؐ کے ذہن میں قرآن کریم کو محفوظ کرنے اور اسکے مطالب سمجھانے کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لی تھی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ Oفِاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ Oثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ[25]

"اس کا آپ ﷺ کے سینے میں جمع کرنا اور آپ ﷺ کی زبان سے پڑھنا ہماری ذمہ ہے ہم جب اسے (حضرت جبرائیل کے ذریعے سے آپ پر) پڑھ لیں تو اس کے پڑھنے کی پیروی کرتے۔ پھر اس کا واضح کر دینا بھی ہمارے ذمہ ہے۔"

پھر بنی کریم کی یہ ذمہ داری بھی لگائی کہ قرآن کریم کے مشکل مقامات کو لوگوں کے سامنے واضح کریں۔ ارشاد ربانی ہے:

وَاَنْزَلْنَا اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَانُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ[26]۔

" یہ ذکر (قرآن کریم) ہم نے آپ کی طرف اتارا ہے کہ لوگوں کی جانب جو نازل کیا گیا ہے آپ اسے کھول کھول کر بیان کر دیں شاید کہ وہ غور و فکر کریں۔"

نبی اکرم ﷺ کی صحابہؓ بھی قرآن کریم کے ظاہری معنی و مفہوم کو سمجھتے تھے۔ جہاں تک قرآن کریم کو مفصل انداز میں سمجھتے تھے۔ جہاں تک قرآن کریم کو مفصل انداز میں سمجھنے کا ہے اور پھر اس سے جو احکام مستنبط ہوتے ہیں یہ محض اہل زبان ہونے کی

---

24 سورۃ ابراہیم: ۱۴:۴

25 سورۃ القیامہ: ۷۵۔۱۷۔۱۹

26 الاتقان فی علوم القرآن ۴/ ۲۳۳

وجہ سے، ممکن نہ تھا۔ پھر صحابہ بھی فہم قرآن میں یکساں مراتب کے حامل نہ تھے۔ بعض صحابہ کے لیے جو چیز مشکل دوسرے صحابہؓ کے لیے وہ ہی چیز نہایت تھی۔ علامہ جلال الدین سیوطی (متوفیٰ 911ھ) لکھتے ہیں:

اشتھربالتفسیر من الصحابه عشرة الخلفاء الاربعة و ابن مسعود و ابن عباس وابی بن کعب وزید بن ثابت و ابو موسیٰ الاَ شْعری وعبدالله بن زبیر[27]۔

"مشہور مفسرین اصحاب محمدؐ میں سے دس ہیں چار خلفاء ہیں اور حضرت عبد اللہ بن مسعود اور حضرت عبد اللہ بن عباسؓ اور حضرت ابی بن کعبؓ اور حضرت زید بن ثابت اور حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ اور حضرت عبد اللہ زبیرؓ ہیں۔"

خلفاء اربعہ میں سے زیادہ روایات تفسیر سے متعلق ہے وہ حضرت علیؓ سے مروی ہیں کیونکہ حضرت ابو بکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ، حضرت عثمان غنیؓ پہلے وفات پاگئے جب کہ حضرت علیؓ اصحابہ ثلاثہ کے بعد کافی عرصہ حیات رہے۔ جب کہ حضرت علیؓ کا مشہور قول ہے کہ مجھ سے قرآن حکیم کے متعلق سوال کرو۔ میں قرآن حکیم کی ہر ہدایت کو جانتا ہوں:

سلونی فوالله لا تسألونی عن شئِ اِلاَّ اخبرتکم و سلونی عن کتاب الله فهو الله مامن اٰیة اِلاَّ وانا اعلم ابلیل نزلت ام بنهارِ ام فی سهل ام فی حبلٍ[28]۔

"تم مجھ سے سوال کرو، اللہ کی قسم جو سوال بھی تم مجھ سے کروگے میں اس کا جواب دوں گا۔ اللہ کی قسم کوئی آیت ایسی نہیں ہے جس کو میں زیادہ نہ جانتا ہوں کہ وہ دن یارات یا زمین یا پہاڑ پر نازل ہوئی (کہاں نازل ہوئی؟)"

جب کہ دوسری روایت میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے:

وا لله مانزلت ایة الا وقد علمت ـفیم انزلت اومن اُنزلت اِنَّ ربی وهب لی قلباً عقولاً ولسانا سئولاً ـ

"اللہ کی قسم جو آیت مبارکہ بھی نازل ہوئی میں جانتا ہوں کہ وہ کس کے متعلق نازل ہوئی اور کہاں نازل ہوئی۔ بے شک میرے رب نے مجھے عقل مند دل اور سوال کرنے والی زبان عطا کی ہے۔"

حضرت عبد اللہ ابن عباس کے متعلق علامہ جلال الدین سیوطی (911م) لکھتے ہیں:

---

27 الاتقان فی علوم القرآن، ۴/ ۲۳۳

28 الاتقان فی علوم القرآن، ۴/ ۲۳۳

واما ابن عباس فهو ترجمان القرآن الذی دعا له النبی صلی الله علیه وسلم اللهم فقهه فی الدین وعلمه التاویل" وقال اله ایضاً: اللهم أته الحکمة وفی روایة اللهم علمه الحکمة[29]۔

امام ابن تیمیہ فرماتے ہیں:

واما التفسیر فان اعلم الناس به اهل مکة: لانهم اصحاب ابن عباس، کمجاهد وعطاء ابن ابی رباح، وعکرمه مولیٰ ابن عباس وغیرهم من اصحاب ابن عباس، کطاء وس ، وابو الشعثاء وسعید ابن جبیرو امثالهم، وکذلک اهل الکوفة من اصحاب ابن مسعود،ومن ذالک ما تمیزوا به علی غیرهم، وعلماء اهل المدینة۔ فی التفسیر مثل زید بن اسلم الذی اخذعنه مالک التفسیر [30]

"اور بہر حال تفسیر: لوگوں میں سے زیادہ عالم تفسیر میں اھل مکہ ہیں کیونکہ وہ عبد اللہ ابن عباس کے شاگرد ہیں جیسا کہ مجاہد اور عطاء بن ابی رباح ہیں۔ اور عکرمہ جن کے مولیٰ حضرت عبد اللہ ابن عباس ہیں اور ان کے علاوہ حضرت عبد اللہ بن عباس کے شاگردوں میں سے حضرت طائوس اور ابو الشعثا ہیں۔ اور سعید بن جبیر اور ان جیسے لوگ ہیں۔ اور ایسے ہی کوفہ میں حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کے شاگرد ہیں اور یہ دیگر مفسرین سے ممتاز ہیں۔ مدینہ میں علماء تفسیر میں سے حضرت زید بن اسلمؒ ہیں جن سے حضرت امام مالک نے تفسیر میں استفادہ کیا ہے۔"

علامہ زرکشی متوفی (794ھ) فرماتے ہیں:

وصدور المفسرین من الصحابة: علی ثم ابن عباس وهو تجرد لهٰذ الشان والمحفوظ عنه اکثر من المحفوظ عن علی اِلاَّ اَنَّ ابن عباس کان اخذ عن علی ویتلوه عبدالله بن عمرو بن العاص وکل ماوردعن غیرهم من الصحابة فحسن[31]۔

"اور صحابہ رضوان اللہ علیھم اجمعین میں سے مفسرین کے سر تاج حضرت علیؓ اور پھر حضرت عبد اللہ بن عباس ہیں اور وہ ممتاز ہیں اور حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے تفسیر سے متعلق روایات زیادہ نقل کی گئی ہیں بہ نسبت جو حضرت علیؓ سے منقول ہیں۔ وہ علیحدہ بات ہے کہ حضرت ابن عباس نے بھی حضرت علیؓ سے بھی استفادہ کیا ہے۔ اور حضرت عبد اللہ ابن عباس، حضرت عبد اللہ بن عمرو العاص کے سامنے تلاوت کیا کرتے تھے اور اس کے علاوہ جو دیگر صحابہؓ سے منقول ہے وہ بھی مستحسن ہے۔"

---

29 الاتقان فی علوم القرآن، ۴/ ۲۳۴

30 مقدمہ فی اصول التفسیر ص ۲۴۔

31 زرکشی، ابو عبد اللہ بدر الدین محمد بن عبد اللہ، دار احیاء الکتب العربیہ عیسی البابی الحلبی وشرکائہ، بیروت، لبنان، ۲/۵۷۔

مذکورہ بالا بحث سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین علم التفسیر میں یکساں نہ تھے بلکہ تفاوت درجات تھا۔ ہر ایک نے اپنی اپنی استعداد صلاحیت کے مطابق رسول اللہ سے استفادہ کیا۔ حضرت مسروق بن اجدع (63ھ) فرماتے ہیں:

جَالَستُ اصحابَ محمدؐفوجدتهم كالاِخاذ۔ يعنى العدير۔ فلاخاذ يروى الرجل، والاخاذُ يروى الرجلين، والاخاذُ۔ يروى العسرة،والخاذ يروى المائة والاخاذُ لو نزل به اهل الارض لا صدهم[32]۔

"صحابہ کرام رسول کی ہم نشینی کے سبب تالاب کی مانند تھے۔ تالاب سے ایک آدمی بھی سیر ہو سکتا ہے دو بھی، دس بھی اور سو بھی۔ بعض تالاب ایسے ہوئے ہیں کہ اگر روئے زمین کے تمام لوگ پانی پینے آئیں تو سیر ہو کر جاتیں۔"

مصادر تفسیر عہد نبوی و صحابہ میں :

عہد رسالت میں صحابہ کرامؓ کے ہاں مصاور تفسیر چار تھے۔

قرآن کریم　　رسول اللہ (احادیث مبارکہ)　　اجتہاد اور اقوال صحابہؓ　　اہل کتاب۔[33]

اب ہم ان پر تفصیل سے بحث کریں گے۔

1- قرآن:

بلاشبہ قرآن حکیم اپنی تفسیر خود کرتا ہے۔ اگر ایک مقام پر اجمال ہے تو دوسرے مقام پر اس کی تفصیل ہمیں نظر آتی ہے۔ اگر ایک جگہ واقعہ کو مبہم انداز میں ذکر کیا ہے دوسرے مقام پر مفصل انداز میں اس پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ چنانچہ شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ (728ھ) لکھتے ہیں:

"ان اصح الطرق فى ذالک ان يفسر القرآن بالقرآن، فما اجمل فى مكان فانه قد فسرفى موضع آخر، وما اختصر من مكان فقد بُسطَ فى موضع آخر۔"[34]

"قرآن حکیم کی تفسیر کا بہترین طریقہ قرآن کی تفسیر، قرآن سے کرنا ہے کیونکہ ایک جگہ اجمال ہے تو دوسری جگہ تفصیل ہے اور ایک جگہ اختصار ہے تو دوسری جگہ وضاحت ہے۔"

جبکہ امام شاہ ولی اللہ دہلوی (1176ھ) لکھتے ہیں:

---

32 مذکرہ تاریخ التشریع الاسلامی: ص ۸۴

33 مناع القطان، مباحث فی علوم القرآن، دار نشر الکتب الاسلامیہ، لاہور ۱۹۸۷، ص ۳۴،۳۵۔　التفسیر والمفسرون ۱/۳۱

34 مقدمہ فی اصول التفسیر ص ۳۷

وهنانكتة دقيقة لا بد منه من معرفتها، وهی ان القرآن الكريم احياناً يذكر القصة فی موضع بالا جمال، وفی موضع آخر بالتفصيل[35] كقوله تعالٰی: قَالَ اِنِّی اَعْلَمُ مَالَا تَعْلَمُوْنَ[36] ثم قال: اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ اِنِّی اَعْلَمُ غَيْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا كُنْتُمْ تَكْتُمُونَ۔[37]

"اور یہاں باریک نکتہ ہے۔اس کا علم حاصل کرنا ضروری ہے وہ یہ کہ قرآن مقدس کبھی ایک جگہ ایک قصہ کو اجمال کے ساتھ ذکر کرتا ہے اور دوسری جگہ اسی قصہ کو تفصیل کے ساتھ ذکر کرتا ہے۔ارشاد ربانی ہے: "کہا میں زیادہ جانتا ہوں جو کہ تم نہیں جانتے پھر کہا کیا میں نے تمہارے لیے نہیں کہا میں آسمانوں اور زمین کے غیب کو زیادہ جانتا ہوں اور جو تم ظاہر کرتے اور جو تم چھپاتے ہو۔"

دوسری آیت۔پہلی آیت کی تشریح ہے۔ تفسیر القرآن بالقرآن کی چند مثالیں ملاحظہ فرمایئے:

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ oصِرَاطَ الذِّيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ۔[38]

"ہمیں سیدھے راستے کی ہدایت کیجئے ان لوگوں کے راستے کی جن پر آپ نے انعام فرمایا۔"

یہاں یہ بات واضح نہیں کی گئی کہ جن لوگوں پر انعام فرمایا ان سے کون لوگ مراد ہیں؟ لیکن دوسری جگہ ارشاد ہے:

فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنِ۔[39]

"یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے انعام فرمایا یعنی انبیاء، صدیقین، شہدا اور نیک لوگ۔"

اسی طرح ایک آیت میں ارشاد ہے:

فَتَلَقّٰی آدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ[40]۔

"پس آدم نے اپنے رب سے کچھ کلمات سیکھے۔ تو اللہ نے ان کی توبہ قبول کرلی۔"

---

35 الفوز الکبیر فی اصول التفسیر ص ۳۹۔

36 سورۃ البقرہ ۳۰:۲

37 سورۃ البقرہ ۳۳:۲

38 سورۃ الفاتحہ ۱: ۵۔۷

39 النساء ۴: ۶۹

40 سورۃ البقرہ: ۲: ۳۷

لیکن یہ نہیں بتایا گیا کہ یہ کلمات کیا تھے دوسری جگہ اس کی وضاحت کر دی گئی۔ ارشاد ہے:

قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْلَنَا وَ تَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ۔[41]

"انہوں (آدم و حوا) نے کہا کہ اے ہمارے پروردگار ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے اور اگر آپ نے ہماری مغفرت نہ کی اور ہم پر رحم نہ فرمایا تو ہم ضرور نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔"

وَاِنْ یَّکُ صَادِقًا یُصِبْکُمْ بَعْضَ الَّذِی یَعِدُکُمْ[42]۔

"اور اگر یہ سچا ہے تو تمہیں وہ کچھ پہنچ کر رہے گا جس کا وہ تم سے وعدہ کر رہا ہے۔"

یہاں " پر بعض الذی " سے مراد دنیا میں عذاب کا آنا ہے کیونکہ دوسری آیت مبارکہ میں ہے:

فَاِمَّا نُرِیَنَّکَ بَعْضَ الَّذِی نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّیَنَّکَ فَاِلَیْنَا یُرْجَعُوْنَ[43]۔

اگر ہم تمہیں وہ بعض جس کا ہم ان سے وعدہ کرتے ہیں دنیا میں دکھلا دیں یا اس سے پہلے تمہیں فوت کر لیں وہ ان لوگوں نے بہر حال ہمارے پاس ہی لوٹ کر آنا ہے۔

اسی لیے کہا جاتا ہے: القرآن یفسر بعضہ بعضاً یعنی قرآن اپنی تفسیر خود کرتا ہے۔

2۔ رسول اللہ ﷺ (احادیث مبارکہ):

فان اعیاک ذالک فعلیک بالسنة، فانها شارحة للقرآن وموضحة له، بل قد قال الامام ابو عبدالله محمد بن ادریس الشافعی: کل ما حکم به رسول الله صلی الله علیه وسلم فهو مما فهمه من القرآن 44۔

قال الله تعالیٰ: اِنَّا اَنْزَلْنَا اِلَیْکَ الْکِتَابَ بِالْحَقِّ لِتَحْکُمَ بَیْنَ النَّاسِ بِمَا اَرَاکَ اللهُ وَلَا تَکُنْ لِلْخَائِنِیْنَ خَصِیماً[45]

وقال تعالیٰ: وَاَنْزَلْنَا اِلَیْکَ الذِّکْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ یَتَفَکَّرُوْنَ[46]۔

---

41 سورۃ اعراف:۲۳:۷

42 سورۃ مومن:۲۸

43 سورۃ یونس۴۵:۱۰

44 مقدمہ فی اصول التفسیر ص۳۹

45 النساء۴: ۱۰۵۔

46 النحل،۱۷۔۴۴

وقال تعالیٰ :وَمَا اَنْزَلْنَا عَلَيْکَ الْكِتَابَ اِلاَّ لَتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِی اخْتَلَفُوْا فِيْهِ وَهُدًى وَرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّوْمِنُونَ[47]۔

پس اگر قرآن حکیم کی تفسیر قرآن سے نہ مل سکے تو حدیث نبوی کی طرف رجوع کیا جائے گا۔ کیونکہ وہ قرآن کی شارح اور اسکی وضاحت کرنے والی ہیں۔ اسی لیے امام ابو عبد اللہ محمد بن ادریس شافعیؒ فرماتے ہیں : جس بات کا حکم نبی اکرم ﷺ نے دیا وہ قرآن حکیم سے ہی حاصل کردہ ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک ہم نے تیری طرف سچی کتاب نازل کی تاکہ آپ ﷺ لوگوں کے مابین انصاف کریں ان ہدایات کی روشنی میں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ ﷺ پر نازل ہوئیں اور تو دغا بازوں کی طرف سے لڑنے والا مت ہو۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

" ہم نے قرآن حکیم آپ ﷺ پر اسی لیے نازل کیا تاکہ آپ ﷺ پوری وضاحت سے ان لوگوں کو سنائیں جو آپس میں جھگڑ رہے ہیں اور یہ ہدایت اور رحمت اس قوم کے لیے ہے جو ایمان لاتی ہے۔"

جب کہ علامہ ابن تیمیہؒ مزید لکھتے ہیں:

"والسنة ايضاً تنزل عليه بالوحى كما ينزل القرآن۔ لا نها تتلى كما يتلى، وقد استدل الامام الشافعى وغيره من الائمة علىٰ ذالک بادلة كثيرة[48]۔

"اور سنت بھی آپ ﷺ پر ایسے ہی نازل ہوئی جیسا کہ قرآن حکیم نازل ہوا اور اس کی تلاوت بھی قرآن حکیم کی تلاوت کی طرح کی گئی ہے۔ اسی سے امام شافعی اور دیگر آئمہ کرام نے کثیر دلائل کی روشنی میں استدلال کیا ہے۔"

علامہ عبد العظیم زرقانی(1367ھ) نے اس کی مثال درج ذیل دی ہے کہ جب قرآن حکیم کی آیت نازل ہوئی:

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰئِکَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ[49]

صحابہؓ کو پریشانی لاحق ہوئی کہ یہاں "ظلم" سے کیا مراد ہے، تو آپؐ نے خود اس کی وضاحت فرمائی : اِنَّ الشِّرْکَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ[50] کہ یہاں ظلم سے مراد شرک ہے۔

---

47 النحل:۱۶:۶۴

48 مقدمہ فی اصول التفسیر، ص:۴۰

49 سورۃ الانعام۔ ۶:۸۲

50 بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، کتاب احادیث الانبیاء، باب قول اللہ تعالیٰ واتخذ اللہ ابراہیم خلیلًا۔ ۳۳۶۰، دارالسلام، للنشر والتوزیع، الریاض، الطبعہ الاولیٰ۔ ۱۴۲۰۔ ۲۰۰۱۔

وَاَعِدُّوالَھُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّۃٍ الَااِنَّ الْقُوَّۃَ بِالرَّمی[51]۔

"اور تم اپنی قوت جتنی ممکن ہو سکے جمع رکھو۔"

یہاں ''قوۃ'' سے مرادرسول اللہ نے فرمایا'': القوۃ بالرمی'' ہے یعنی تیر اندازی، اس کے علاوہ بے شمار مثالیں ہیں۔

اجتہاد یا اقوال صحابہؓ:

علامہ ابن تیمیہ فرماتے ہیں:

وحینئذٍ، نجد التفسیر فی القرآن ولا فی السنة رجعنا فی ذالک الٰی اقوال الصحابة، فانھم ادرٰی بذالک لماشاھدوہ من الاقوال، والا حوال التی اختصوابھا ولما لھم من الفہم التام، والعلم الصحیح ، والعمل الصالح لا سیما علماء ھم وکبراءھم۔[52]

اور جب ہم قرآن مقدس کی تفسیر، قرآن حکیم اور حدیث میں نہیں پاتے تو ہم اقوال صحابہؓ کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ کیونکہ قرآن کریم کے نزول کے وقت وہ موجود تھے اس وقت کے حالات سے واقف تھے۔ اس لیے وہ قرآن کو زیادہ جانتے تھے۔ پھر یہ کہ قرآنی شعور ان کا حاصل تھا اور علم اور عمل صحیح اور صالح تھا۔ خاص طور پر ان کا علماء اور ان کے اکابر۔

علامہ ابن تیمیہ کے ہاں کا تفسیر قرآن کا تیسرا مقصد اقوال صحابہ ہیں۔ کیونکہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نزول قرآن کے وقت موجود تھے۔ پھر یہ کہ وہ اہل بیان تھے جب کہ صحابہؓ ذہانت و فطانت میں بھی بے مثال تھے۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ صحابہ کے اجتہاد کی تائید خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی۔

حضرت معاذ بن جبلؓ (۱۸ھ) مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے جب یمن کی طرف بھیجا تو پوچھا: ''کیف تقضی؟ کیسے فیصلے کرو گے؟ عرض کیا کتاب اللہ کے مطابق! پوچھا''فان لم یکن فی کتاب اللہ ''۔ کہ اگر وہ کتاب اللہ میں نہ ہو تو عرض کیا کہ سنت کے مطابق۔ پوچھا''فان لم یکن فی سنة رسول اللہ؟'' کہ اگر حدیث میں بھی نہ ہو؟ تو عرض کیا اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

الحمد للہ الذی وَفَّق رسول اللہ ﷺ ۔[53]

---

[51] جامع الترمذی: کتاب الاحکام من رسول اللہ، باب ماجاء فی القاضی کیف یقضی؟ ۱۲۴۹۔ سنن ابی دائود، کتاب الاقضیہ، باب اجتہاد الرائ فی القضاء۔ ۳۱۱۹

[52] مقدمہ فی اصول التفسیر، ص ۴۰

[53] جامع الترمذی: کتاب الاحکام من رسول اللہ، باب ماجاء فی القاضی کیف یقضی؟ ۱۲۴۹۔ سنن ابی داؤد، کتاب الاقضیہ، باب اجتہاد الرائ فی القضاء۔ ۳۱۱۹

"اس ذات کی تعریف جس نے اللہ کے رسول کے سفیر کو حق بات کی توفیق عطا فرمائی۔"

تتبع سے ثابت ہوتا ہے کہ تفسیر قرآن کے سلسلہ میں صحابہ کرامؓ نے مصادر خمسہ سے استفادہ کیا ہے۔ قرآن و سنت جس کا بیان گزر چکا ہے۔ علاوہ ازیں تین ماخذ حسب ذیل ہیں۔

اسباب نزول کی معرفت تورات و انجیل اوضاع لغت و ادب جاہلی

2- اہل کتاب (یہود و نصاریٰ):

عہد صحابہ میں تفسیر قرآن کا چوتھا مصدر نو مسلم اہل کتاب اور یہود و نصاریٰ تھے اس لیے کہ قرآن کریم بعض تاریخی مسائل میں عموماً انبیائے کرام اور دیگر اقوام سابقہ کے قصص میں خصوصاً تورات کے ساتھ ہم آہنگ ہے۔ اسی طرح قرآن کے بعض بیانات انجیل سے بھی ملتے ہیں، مثلاً سیدنا عیسیٰ کی ولادت اور ان کے معجزات وغیرہ۔ ارشاد باری ہے :

وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلاَّ رِجَالاً نُوْحِىْ اِلَيْهِمْ فَاسْئَلُوا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ0 بِالْبَيِّنَاتِ وَالزُّبُرِ[54]

"آپ ﷺ سے پہلے بھی ہم مردوں کو ہی بھیجتے رہے جن کی جانب وحی اتارا کرتے تھے، پس اگر تم نہیں جانتے تو اہل علم (اہل کتاب) سے دریافت کر لو، دلیلوں اور کتابوں کے ساتھ۔ "

تاہم ان واقعات کے بیان میں کتب سابقہ کے نہج و اسلوب کی اتباع سے گریز کیا ہے اور ان واقعات کی غیر ضروری جزئیات کو ترک کر کے صرف انہی قصص کے بیان پر اکتفاء کیا ہے جس کا تعلق عبرت و موعظمت سے ہے یا ان واقعات کو اہل کتاب کے سامنے بطور استشہاد پیش کرنا مقصود ہے اس بنا پر بعض مفسرین صحابہ نے ان قصص کی جزئیات معلوم کرنے کے سلسلہ میں اہل کتاب کی طرف رجوع کیا اور ان سے روایات بھی قبول کیں تاہم صحابہ کرامؓ نے نقل و روایت میں حد اعتدال سے تجاوز نہیں کیا۔ "حد ثوا بنی اسرائیل ولاحرج"[55] (بنی اسرائیل سے روایت کر لو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے) کہ پیش نظر جواز کی حد تک ان سے استفادہ کیا ہے اور وہ بھی صرف ان روایات میں جو قرآن و حدیث اور اسلامی عقائد سے متصادم نہ تھیں[56]۔

خلاصہ بحث یہ کہ صحابہ کرامؓ نے اسرائیلی روایات سے بے شک استفادہ کیا ہے اور ضرورت کی حد تک ان سے روایت کو جائز

---

54 سورۃ البقرہ، ۲: ۸۵

55 صحیح البخاری، کتاب احادیث الانبیاء باب ماذکر عن بنی اسرائیل۔ ۳۴۶۱۔

56 مقدمہ فی اصول التفسیر۔ ص ۲۶

سمجھا ہے تاہم اس میں حزم و احتیاط کو ملحوظ رکھا ہے اور اسرائیلیات کا بیان محض ایک تفتیش عملی کی حیثیت رکھتا ہے جسے وضاحت کے سلسلہ میں قبول تو کرسکتے ہیں مگر ان کو میزان صحت قرار نہیں دے سکتے۔

عہد نبوی اور عہد صحابہؓ میں یہی اصول اربعہ تھے جن سے علم تفسیر میں استفادہ کیا جاتا رہا ہے۔ نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے زمانے میں تو مشکل پیش آنے کی صورت میں براہ راست آنحضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے سوال کیا جاتا اور آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اس کا جواب عنایت فرما کر سائل کو مطمئن کرتے جب کہ عہد صحابہ میں قرآن و سنت سے رجوع کیا جاتا۔ پھر فقہیہ صحابہؓ خود بھی استدلال کرتے تھے۔

عہد تابعین:

علم تفسیر میں اقوال تابعین معتبر ہیں یا نہیں؟ اس حوالے سے علامہ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں:

"جب قرآن حکیم کی تفسیر، قرآن مقدس، حدیث نبوی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اور اقوال صحابہؓ سے نہ ملے تو ائمہ کرام نے اقوال تابعین کی طرف رجوع کیا ہے۔ جیسے کہ مجاہد بن جبیر کی طرف جو علم تفسیر میں اللہ تعالیٰ کی ایک نشانی ہیں۔"

محمد بن اسحاق حضرت مجاہدؒ کے حوالے سے نقل کرتے ہیں:

"میں نے مصحف قرآن شروع سے آخر تک تین مرتبہ ابن عباسؓ کے سامنے پیش کیا۔ ہر آیت پر ٹھہرتا اور تفسیر پوچھتا"[57]

مزید لکھتے ہیں: حضرت سفیان ثوری کا قول ہے:

اذا جاء ک التفسیر من مجاہد فحسبک بہ[58]۔

"جب حضرت مجاہدؒ سے تفسیر ملے تو یہ تمہارے لیے کافی ہے۔"

علامہ ابن کثیرؒ (متوفی ۷۷۴) لکھتے ہیں:

"تابعی تفسیر کسی صحابی سے نقل کر رہا ہو تو اس کا حکم وہی ہے جو صحابہ کرامؓ کی تفسیر کا ہے۔ اگر خود اپنا قول بیان کرے تو دیکھا جائے گا کہ دوسرے کسی تابعی کا قول اس کے خلاف ہے یا نہیں؟ اگر کوئی قول اس کے خلاف ہو تو اس وقت تابعی کا قول حجت نہیں ہو گا، بلکہ اس آیت کی تفسیر کے لیے قرآن کریم، لغت عرب، احادیث نبویہ، آثار صحابہؓ اور دوسرے شرعی دلائل پر غور کر کے کوئی فیصلہ کیا جائے گا۔

---

57 مقدمہ فی اصول التفسیر، ۴۴

58 مقدمہ فی اصول التفسیر، ۴۴

اور اگر تابعین کے مابین کوئی اختلاف نہ ہو تو اس صورت میں بلاشبہ ان کی تفسیر حجت اور واجب الاتباع ہو گی“ [59]

تابعین کے مصادر تفسیر:

قرآن کریم احادیث نبویہ اقوال صحابہؓ اہل کتاب اجتہاد و استنباط [60]

غرضیکہ امت محمدیہ کے علماء نے تابعین کے اقوال کو معتبر و مستند جانا اور تفسیر میں اس کی اپنی حیثیت ہے۔ خصوصاً کبار تابعین نے تو اپنی زندگیاں خدمت قرآن کے لیے وقف کر دی تھیں۔ انہوں نے یہ کام خالص للّٰھیت اور حصول رضا کے لیے کیا۔

"خاص طور پر مکہ میں عبد اللہ بن عباس کے شاگرد حضرت مجاہد، حضرت عطاء بن ابی رباح، حضرت عکرمہ، حضرت سعد بن جبیر اور حضرت طاؤسؒ جب کہ کوفہ میں حضرت عبد اللہ بن مسعود کے شاگرد اور مدینہ میں زید بن اسلم ان کے بیٹے عبد الرحمن بن زید اور حضرت مالک بن انس کے نام نمایاں ہیں" [61]۔

مذکورہ بالا مفسرین کو علم تفسیر میں بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ ان کی تفسیر پر اعتبار کیا جاتا ہے۔

---

59 ابن کثیر، اسماعیل بن عمر بن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، دار الکتب العلمیہ، منشورات محمد علی بیضون، بیروت، الطبعہ الاولیٰ ۱۴۱۹ھ، ۱/۱۱۔

60 ذھبی، محمد حسین، التفسیر والمفسرون، دار الکتب الحدیثہ۔ مصر، ۱/۱۰۰۔

61 الاتقان فی علوم القرآن، ۴/۲۴۰۔ مناہل العرفان فی علوم القرآن، ۲/۱۹۔